ڈاکٹر امتیاز احمد

محدّث امام زُہری

قُرّاء و مفسّرین کی صف میں ــــ ایک تحقیقی مطالعہ

محمد بن مسلم بن شہاب الزہری المتوفی ۱۲۴ھ اموی دور کے ان جلیل القدر علماء میں سے ہیں جن کی علمی خدمات کبھی بھی فراموش نہیں کی جا سکتیں انھوں نے حدیث کی جمع و تدوین میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے، صرف یہی خدمت ان کی رہتی دنیا تک یاد رکھنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن مدینہ کے اس حافظِ حدیث اور حجاز و شام کے اس عالم نے علم حدیث کے علاوہ بھی بہت سے علوم و فنون میں نام پیدا کیا۔ جمہور زہری کو محض ایک محدث کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث کے علاوہ وہ تفسیر، فقہ، مغازی، علم الانساب، شاعری اور لغت پر بھی پورا عبور رکھتے تھے۔

زہری کا اتنے سارے علوم پر حاوی ہونا کچھ حیرت کی بات نہیں معلوم ہوتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بچپن ہی سے علم کے شیدائی اور تحصیل علم کے شائق تھے۔ قدرت نے چونکہ حافظہ بھی بلا کا دیا تھا اس لئے بہت جلد اپنے شوق کی تکمیل کی اور مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کر لی تعلیم کی ابتداء قرآن پاک سے کی۔ اس کے بعد عبداللہ بن ثعلبہ سے علم الانساب سیکھا[1] اور اس میں ایسی مہارت پیدا کی کہ اس فن پر ایک کتاب لکھ ڈالی جو اس موضوع پر اولین تصنیف سمجھی جاتی ہے[2] علم الانساب کے علاوہ زہری صالح بن کیسان کے حلقۂ درس میں بھی شریک ہوئے جو شعر و لغت کے مانے ہوئے استاد تھے۔ صالح کی زیر تربیت زہری نے عروض و لغت پر عبور حاصل کیا جس کا استعمال انھوں نے آئندہ زندگی میں سیرت و مغازی کی تدریس کے دوران کیا وہ اپنے شاگردوں کو ان مضامین کی تعلیم دیتے وقت اکثر اشعار کا استعمال کرتے تھے شاعری سے آپ کو ایسا شغف

تھا کہ درسِ حدیث کے بعد آپ اس صنفِ سخن پر بھی تھوڑی دیر اظہار خیال فرمایا کرتے تھے[۴] لیکن ان کی اصل توجہ دینی تعلیم کی طرف تھی چنانچہ جلد ہی وہ حلال و حرام اور روایت و حفظِ حدیث کی جانب متوجہ ہوئے اور اس کے امام بن گئے[۵] آپ پہلے شخص تھے جنھوں نے اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے ایماء پر حدیثیں جمع کرنے کا کام شروع کیا چنانچہ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم میں روایت کرتے ہیں کہ "سب سے پہلے جس نے علم (حدیث) کی تدوین کی وہ امام زہری تھے"[۶] حدیث میں آپ کی شہرت یہ تھی کہ جب مدینہ میں داخل ہوتے تو ان کی موجودگی میں علماء میں سے کوئی بھی حدیث روایت نہ کرتا تھا بلکہ آپ سے حدیثیں سننے کے لئے آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور اس ان کے ہاں تلامذہ کی بھیڑ لگ جاتی[۷] اس فن میں آپ نے بہت نام پیدا کیا چنانچہ مکحول المتوفی ۱۱۲ھ کا قول ہے کہ "زمین کی سطح پر زہری سے بڑھ کر حدیث کا کوئی عالم زندہ موجود نہیں"[۸] اور یحییٰ بن سعید انصاری المتوفی ۱۴۳ھ فرماتے ہیں کہ "کسی شخص کے پاس علم کا اتنا ذخیرہ موجود نہیں جتنا زہری کے پاس ہے"[۹]

ان کے علم کی لگن اور کثرت مطالعہ سے متعلق یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب وہ گھر میں تنہا ہوتے تو اپنے ارد گرد کتابوں کے انبار لگا کر اُن میں اتنا مشغول ہوتے کہ اور کسی بات کا خیال نہ رہتا چنانچہ ان کی بیوی تنگ آکر بے اختیار کہہ اٹھیں کہ "خدا کی قسم یہ کتابیں میرے لئے تین سوکنوں سے زیادہ ضرر رساں ہیں"[۱۰] علم کے شوق کے ساتھ ساتھ آپ کا حافظہ بھی اتنا قوی تھا کہ آپ نے صرف اسّی دنوں میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا[۱۱] حفظِ حدیث کے بارے میں خود امام زہری کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں جو علم امانت رکھا ہے، اسے کبھی نہیں بھولا۔ ایک دوسری روایت میں آپ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی حدیث کے اعادہ کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ ایک کے سوا کسی حدیث میں کبھی شک کا اظہار کیا[۱۲] یعنی جو کچھ سُنا ایک مرتبہ میں ہی یاد ہو گیا۔ اپنے قوی حافظہ کے متعلق زہری کہا کرتے تھے کہ جب میں بقیع کے قبرستان سے گزرتا ہوں تو اپنے کان بند کر لیتا ہوں کہ مبادا اُن میں کوئی خرافات داخل ہو جائے کیونکہ ان میں جب بھی کوئی بات گئی ہے اسے میں بھولا نہیں سنا ہوں[۱۳]

تحصیل علم کی خواہش اور بے پناہ قوتِ حافظہ کے علاوہ زہری محنت سے جی نہ چراتے۔ اکثر راتوں کو جاگتے علم کے حصول کے لئے سفر اختیار کرتے، اساتذہ کی خدمت کر کے ان سے حدیثیں سنتے انھیں لکھ لیتے اور راتوں کو جاگ کر انھیں یاد کیا کرتے۔ خود علم حاصل کرتے اور اپنے شاگردوں تک پہنچا دیتے

طویل سفر کرکے دیہاتوں میں جاتے، بدّوؤں کو علم کی طرف مائل کرتے اور انھیں دینی تعلیم دیتے[۱۴] اموی خلفاء کی خواہش پر ان کے بچوں کو حدیثیں سناتے اور لکھواتے۔ غرض آپ کی دولتِ علم سے ہر خاص و عام مستفید ہوتا۔ اگر ایک طرف آپ شہزادوں کے اتالیق و معلم تھے تو دوسری جانب غریب بدّوؤں کے استاد، مختصر یہ کہ آپ نے اپنی ساری زندگی لکھنے پڑھنے اور تعلیم و تدریس کے لئے وقف کر دی تھی۔

گو امام زہری عام طور سے فنِ حدیث کے مستند امام اور مایہ ناز عالم مانے جاتے ہیں لیکن کم لوگ جانتے ہیں کہ وہ محدث کے علاوہ مفسر بھی تھے۔ جدید تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام زہری علوم دینیہ کی اس اہم صنف پر بھی پوری دسترس رکھتے تھے۔ آئندہ صفحات میں ہم امام موصوف کی انھیں علمی خدمات کا ایک خاکہ پیش کریں گے جو انھوں نے علم قرات اور علمِ تفسیر کے سلسلے میں انجام دیں۔

جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں امام زہری کو بچپن ہی سے تحصیلِ علم کا بالخصوص اور تحصیلِ علومِ دینیہ کا بالخصوص شوق تھا چنانچہ انھوں نے حدیث سے پہلے قرآن کا علم حاصل کیا اور صرف اسّی راتوں کی قلیل مدت میں پورا قرآن حفظ کر لیا[۱۵] اس کے علاوہ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم فنِ قرات اور دیگر علوم دینیہ سے شروع کی۔ چنانچہ اپنی مدینہ کی طالب علمی کے زمانہ میں علم القرأت کی تعلیم اس شہر کے سب سے مشہور استاد عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج سے حاصل کی[۱۶] اس کے بعد آپ کی ملاقات مشہور صحابی اور خادمِ رسول حضرت انس بن مالک رضؓ سے ہوگئی جن سے آپ نے وہ احادیث اخذ کیں جن میں یہ بتایا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود و نیز دیگر صحابہ کرام کن کن طریقوں سے قرأت کیا کرتے تھے۔ ان میں بعض وہ صحابہ بھی شامل تھے جن سے کوئی مخصوص قرأت منسوب تھی۔ یا جن کے نام سے مختلف مصاحف مشہور ہیں مثلاً علی بن ابی طالبؓ، معاذ بن جبلؓ، ابن ابی کعبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ[۱۷] زہری نے ان مختلف قرأتوں کا غائر مطالعہ کیا اور خود بھی اس فن میں مہارت حاصل کی۔ جلد ہی وہ اپنے وقت کے مشہور قاری سمجھے جانے لگے اور[۱۸] آپ اپنے شاگردوں کو القرأت السبعہ کا درس دینے لگے[۱۹] فنِ قرأت کی تدریس میں امام زہری کو حدیث سے بے حد مدد ملی۔ آپ احادیث کی روشنی میں طلباء کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود یا دیگر صحابہ کرام فلاں آیت کس طریقہ سے پڑھا کرتے تھے۔ مثلاً انس بن مالکؓ کے حوالہ سے آپ نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ" کے بجائے "وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ" تلاوت کیا کرتے تھے[۲۰] اسی طرح ابن عمرؓ کے حوالے سے آپ نے نقل کیا کہ حضرت عمرؓ "فَاسْعَوْا" کے بجائے

"نحا منسوا" پڑھا کرتے تھے[۲۳] یا مثلاً عروہ کے حوالہ سے امام زہری نے نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ "کذبوا"[۲۴] کو "کذبوا" تلاوت کیا کرتی تھیں[۲۵]

زہری کے ہاں اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ علم القرأت میں بھی ویسی ہی دلچسپی رکھتے تھے جیسی علم الحدیث میں، انھیں اس صنف پر قدرت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے زمانے کے مروجہ قرأت کے طریقوں پر تنقیدیں کیں اور اس سلسلہ میں اپنا واضح نقطہ نظر پیش کیا۔ زہری کی ان نظریات کو علمی حلقوں میں بہت اہمیت دی گئی اور علماء کے مابین یہ نظریات نقد و تبصرہ کا موضوع بنے ان میں سے بعض ایسے تھے جو قرأت کے بنیادی اصول تسلیم کئے گئے اور قراء نے ان پر عمل کیا۔ ان کے چند نظریات ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ امام زہری فن قرأت میں بھی اپنا ایک مقام رکھتے تھے

(الف) زہری کے خیال میں "بسملہ" (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) قرآن کی ہر سورت (سوائے سورۂ توبہ کے) کا جزء ہے لہذا ہر سورت کی ابتدا میں اس کی تلاوت لازمی ہے۔ زہری کے اس اصول کو اکثر قراء نے تسلیم کیا اور ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا ضروری قرار دیا[۲۶]

(ب) زہری نے دوسرا اصول یہ دیا کہ قرآن کی تلاوت میں کچھ مقامات پر تقدیم و تاخیر جائز ہے۔ یعنی کچھ آیتوں میں اس کی اجازت ہے کہ ایک لفظ کو دوسرے پر مقدم یا موخر کر کے تلاوت کی جائے[۲۷]

(ج) زہری کے خیال سورۂ فاتحہ کی آیت ۳ کی صحیح قرأت "مالك يوم الدين" ہے نہ کہ "ملك يوم الدين" جیسا کہ بعض قراء پڑھتے ہیں۔ زہری کہتے ہیں کہ اول الذکر قرأت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و نیز حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، زبیرؓ اور ابی کی قرأتیں ہیں جن پر عمل کرنا چاہیئے اور دوسری قرأت کی ابتداء مروان بن الحکم کے زمانے میں ہوئی جس پر عمل غلط ہے[۲۸]

(د) مختلف قرأتوں کے درمیان زہری کا نظریہ یہ ہے کہ سات قرأتوں میں صرف ایک قرأت کی پابندی لازمی نہیں بلکہ قاری کو اختیار ہے کہ وہ ایک قرأت کی پابندی کرے یا ایک سے زائد کی زہری کے خیال کے مطابق قاری کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ ایک قرأت سے دوسری قرأت کے دوران قرأت ہی منتقل ہو جائے۔ زہری کا یہ نظریہ دیگر علماء قرأت سے بالکل مختلف ہے جس کی رو سے قاری کو صرف ایک ہی قرأت کی پابندی کرنی ہوتی ہے اور اس کے لئے ہرگز جائز نہیں

کہ دوران قرأت کسی دوسری قرأت کی طرف منتقل ہو جائے [۲۹]

قرأت کے متعلق زہری کے مندرجہ بالا نظریات اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ زہری کو قرآنی علوم میں سے علم القرأت پر کافی دسترس حاصل تھی اور اس فن کی ترویج و ترقی میں ان کا بھی کافی نمایاں حصہ ہے اس فن میں زہری کی شہرت اس حد تک ہے کہ جس طرح مختلف قراتیں مختلف صحابہ یا ان کے متبعین کے نام سے موسوم ہیں اسی طرح کے نام سے بھی ایک قرأت مشہور ہے چنانچہ جب ہم ابوالعالیہ، سعید بن جبیر، مجاہد اور اعمش وغیرہ کی مخصوص قرأتوں کا ذکر سنتے ہیں تو انھیں کے ساتھ ساتھ زہری کی قرأت کا نام بھی لیا جاتا ہے جو علمائے قرأت اور علماء تفسیر کے ہاں مقبول تھی [۳۰]

جو قرأت زہری کے نام سے موسوم ہے اور بے حد سادہ اور آسان ہے۔ دراصل زہری نے مختلف لوگوں کے ہاں سے ایسی اخذ کیں جن کا پڑھنا سہل ہو اور اپنے نام سے ایک مخصوص قرأت ایجاد کی جسے قاری باآسانی پڑھ اور سمجھ سکے۔ کتب علم القرأت اور کتب تفسیر میں قرأت زہری کی ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو قرآن کی مروجہ قرأت سے مختلف ہے چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

نمبر و نام سورہ	آیت نمبر	مروجہ قرأت	قرأتِ زہری	
۲ بقرہ	۳۸	فَلَا خَوْفٌ	فَلَا خَوْفَ	۳۱
〃	۴۹	يُذَبِّحُونَ	يَذْبَحُونَ	۳۲
〃	۱۰۲	هَارُوتَ	هَارُوتُ	۳۳
۴ نساء	۴	صَدُقَٰتِهِنَّ	صَدُقَتِهِنَّ	۳۴
۲۰ طٰہٰ	۶۶	يُخَيَّلُ	تُخَيَّلُ	۳۵
۳۵ فاطر	۲۷	جُدَدٌ	جَدَدٌ جُدُدٌ	۳۶
۵۸ مجادلۃ	۷	أَكْثَرَ	أَكْثَرُ	۳۷
۸۰ عبس	۳۷	يُغْنِيهِ	يَعْنِيهِ	۳۸

فنِ قرأت کے علاوہ فنِ تفسیر سے بھی بخوبی واقف تھے علوم دینیہ کی اس اہم صنف پر زہری کو عبور حاصل تھا اس کا اندازہ لیث بن سعد کے اس قول سے ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ "جب زہری تفسیر سے متعلق کچھ بیان کرتے ہیں تو سامع کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا کہ وہ اس فن کے ماہر اور انتہائی

کہنہ مشق استاد ہیں جنھوں نے اس کے حصول میں اپنا پورا وقت صرف کیا ہے"[۳۹] لیث کا یہ قول کسی مبالغہ پر مبنی نہیں ہے کیونکہ زہری سے علمِ تفسیر کے متعلق ایک کثیر مواد مروی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ انھیں اس فن پر پوری دسترس حاصل تھی۔ وہ علمِ تفسیر سے صرف واقف ہی نہ تھے بلکہ اپنے شاگردوں کو باقاعدہ اس کا درس دیا کرتے تھے اور ان کا شمار تابعین صغار کے مشہور مفسرین مثلاً قتادہ بن دعامہ، محمد بن کعب القرظی، زید بن اسلم العدوی اور سلیمان بن مہران الاعمش میں ہوتا ہے[۴۰]

زہری بڑی دلچسپی سے اپنے شاگردوں کو تفسیر کا درس دیا کرتے تھے قرآنی آیات کی تشریح و توضیح میں جو موضوعات زیر بحث آتے جن کا امام زہری عالمانہ جواب دیتے تھے۔ امام موصوف کے یہ جوابات جو ان کے شاگردوں کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انھیں فنِ تفسیر سے پوری واقفیت تھی آیات کی تفسیر میں زہری شرعی احکام، سیر و مغازی، نحوی تراکیب، اسبابِ نزول اور احادیث مرفوعہ و موقوفہ سبھی کچھ بیان کرتے جو فنِ تفسیر کے اصل موضوعات ہیں۔ زہری کے شاگرد ان تشریحات و توضیحات کو من و عن اپنے شاگردوں کو منتقل کرتے رہے۔ ان شاگردوں میں سے بعض نے تفاسیر لکھیں جن میں زیادہ تر امام زہری کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ ان کے جن تلامذہ نے فنِ تفسیر میں نام پیدا کیا ان میں ابن جریج اور معمر بن راشد سر فہرست ہیں۔ ان شاگردوں کی تفاسیر میں سے معمر بن راشد کی تفسیر ہم تک پہنچی ہے[۴۱] اس تفسیر کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ تقریباً نصف کتاب خود زہری کی مرویات ہیں جنھیں بغیر کسی اضافہ اور حشو و زوائد کے اس میں شامل کر دیا گیا ہے۔

قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح کرنے میں زہری کا اپنا ایک انداز ہے وہ جن طریقوں سے آیات کی تفسیر بیان کرتے ہیں ان سے چند حسب ذیل ہیں۔

(۱) تشریح قرآن بذریعہ قرآن

قدیم مفسرین کی طرح زہری بھی اکثر مجمل آیات کی تشریح مفصل آیات سے اور مفصل کی مجمل آیات سے کرتے تھے۔ یعنی بجائے اس کے کہ وہ اپنے الفاظ میں آیات کی تشریح کریں وہ ایسی آیات پیش کر دیتے جو ان آیات کی خود تشریح ہوتیں۔ مثال کے طور پر قرآن کی مجمل آیت "وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ" (اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا)[۴۲] کی تفسیر اپنے الفاظ میں بیان کرنے کے بجائے وہ سورہ لقمان کی یہ مفصل آیت پیش کر دیتے ہیں۔ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ

السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ[43] (اس گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ مائیں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین پر اس کی موت آنی ہے، اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے)[44]

تفسیر القرآن بالقرآن کا یہ انداز صحابہ میں عام تھا جس کی پیروی زہری نے بھی کی۔

(۲) تشریح قرآن بذریعہ حدیث

زہری کی تفسیر آیات کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ آیات کی تشریح حدیث کے ذریعے کرتے تھے[45] ان کی تفسیر میں یہ طریقہ سب سے زیادہ مستعمل ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے پاس ہر موقع کی ہزاروں حدیثیں زبانی یا تحریری محفوظ تھیں۔ لہٰذا ہر قسم کی قرآنی آیات کی تشریح کے لئے انھیں بآسانی احادیث مل جاتیں البتہ ایسا کرنے میں زہری مرفوع حدیثوں کو موقوف احادیث پر ترجیح دیتے تھے۔

یہ طریقہ بھی صحابہ کرام کے ہاں عام تھا جیسے زہری نے اپنایا صحابہ کرام تفسیر قرآن کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ زہری کو چونکہ حضور اکرمؐ کی ذاتِ گرامی نصیب نہ ہوسکی لہذا وہ اُن کے اُن ارشادات کی طرف رجوع ہوتے جو صحابہ کے ذریعہ ان تک پہنچے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ زہری کی تفسیر میں ہمیں حدیثوں کا بیش بہا خزانہ ملتا ہے[46]

(۳) تشریح قرآن بذریعہ احادیث موقوفہ

قرآن کی بہت سی آیات کی تشریح میں زہری ان احادیث کا سہارا لیتے جو صحابہ سے مروی ہوں ایسا کرنا زہری کے لئے مشکل نہ تھا کیونکہ ان کے پاس تقریباً تمام مشہور صحابہ کی روایات محفوظ تھیں البتہ کسی آیت کی تشریح میں صحابہ کے مختلف اقوال ملتے تو وہ ان روایات کو قبول کرتے جو آیت کی سب سے واضح تشریح کرتی ہوتیں اس سلسلہ میں زہری عمر بن الخطابؓ، علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کی روایات کو دوسرے صحابہ کی روایات پر ترجیح دیا کرتے تھے[47]

(۴) تفسیر قرآن بذریعہ اجتہاد

قرآنی آیات کی تشریح کے لئے اگر دوسری قرآنی آیات احادیث مرفوعہ یا احادیث موقوفہ نہ دستیاب ہوتیں

تو امام زہری اپنی محتاط رائے سے اس کی تفسیر بیان کرتے تھے[48] البتہ ایسا کرتے وقت وہ لفظ "نری" (ہماری رائے میں) کا اضافہ کر دیتے تھے جس سے تفسیر قرآن میں ان کی علمی دیانت اور حد درجہ احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ امام زہری نے اپنی تفسیر میں اس طریقہ کا خاصا استعمال کیا ہے

علم تفسیر سے زہری کی پوری واقفیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ وہ تشریح آیات کے ساتھ اس فن کے اصول و مبادی سے بھی بحث کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں اپنا واضح نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں مثال کے طور پر حروفِ مقطعات کے بارے میں وہ صاف طور کہتے ہیں کہ الم، الر، المص کھیعص، حم وغیرہ حروفِ مقطعات کی تفسیر نہیں کی جاسکتی کیونکہ نہ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ ہی صحابہ کرام نے ان کی تفسیر بیان کی تھی اسی طرح آیاتِ متشابہات اور ذات وصفات باری تعالیٰ کی تفسیر ان کے نزدیک جائز نہیں۔ چنانچہ جب ان کے شاگرد آیاتِ متشابہات یا ان آیات کی تفسیر پوچھتے جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات مذکور ہوتیں تو آپ جواب دیتے کہ "ان کی تفسیر یونہی (انہیں الفاظ میں) کی جائے گی"[49] یعنی ان کی مزید تشریح جائز نہیں

مفسرین کی ایک بڑی تعداد نے قرآن کی تشریح و توضیحات میں اسرائیلیات کا سہارا لیا ہے لیکن امام زہری اس معاملہ میں بالکل منفرد ہیں وہ اسرائیلیات کے سخت مخالف ہیں اور قرآنی آیات کی تشریح میں انھیں قطعی استعمال نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ مفسرین کو قرآن میں مذکورہ انبیاء کے قصوں کی تشریح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی احادیث پر اکتفا کرنا چاہیئے[50]

زہری ان قرآنی آیات کی تفسیر بالتفصیل کرتے ہیں جن کا تعلق سیرت و مغازی سے ہوتا ہے۔ جنگ کے جس واقعہ کا ذکر ہوتا ہے اس کی تفصیل ابتداء سے انتہا تک بیان کرنے کے بعد وہ اس کے اثرات و نتائج پر بھی روشنی ڈالتے ہیں[51]

آیاتِ احکام کی تشریح کرتے وقت زہری اُن کی شانِ نزول بیان کرتے ہیں اور پھر ان تمام فقہی مسائل سے بحث کرتے ہیں جو ان آیات سے مستنبط ہوتے ہیں اور اس مسئلہ پر علماء کی آراء اور صحابہ کے فتاویٰ بھی بیان کر دیتے ہیں[52]

جس طرح زہری آیات کی تشریح میں فقہ، سیرت اور مغازی کے علوم سے مدد لیتے ہیں اسی طرح بعض آیتوں کی تشریح میں وہ اپنے علم الانساب سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں[53] نیز غیر معروف الفاظ و محاورں

کی تشریح و توضیح کے لیئے وہ اپنی لغوی و نحوی معلومات کا استعمال کرتے ہیں[۵۵]۔

غرض تفسیر و تشریح قرآن میں زہری کا اپنا ایک منفرد انداز ہے ذیل میں ہم ان کی تفسیر کی چند مثالیں بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتے ہیں تاکہ اُن کے اسلوب تفسیر پر کچھ روشنی پڑھ سکے۔

(الف) ابن اسحاق سے مروی ہے کہ انھوں نے زہری سے سورۂ مائدہ کی آیات ۸۲، ۸۳ اور ۸۴ کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ "میں نے اہلِ علم سے سُنا ہے کہ یہ آیات نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے متعلق اتری تھیں"[۵۶]۔

(ب) غالب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب (زہری) سے سورۂ آل عمران کی آیت "اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ"[۵۷] کی تفسیر اور "بکہ" اور "مکہ" کا فرق دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ "بکہ" وہ مخصوص جگہ ہے جہاں کعبہ اور مسجدِ حرام واقع ہے اور "مکہ" سے مراد وہ شہر ہے جہاں مسجدِ حرام ہے"[۵۸]۔

(ج) عبیداللہ بن الجزری روایت کرتے ہیں کہ میں نے زہری سے قرآن کی آیت "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ"[۵۹] کی تفسیر دریافت کرتے ہوئے "فُقَرَاءٗ" اور "مساکینؔ" کا فرق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ "فقراء" وہ لوگ ہیں کہ نہ تو ان کے پاس خود کچھ ہو اور نہ ہی وہ کسی سے خیرات طلب کریں اور "مساکین" سے مراد وہ غریب لوگ ہیں جن کے پاس خود کچھ نہ ہو لیکن وہ دوسروں سے خیرات مانگتے ہوں"[۶۰]۔

ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ زہری کی تفسیر، تفسیر بالماثور کا بہترین نمونہ ہے۔

گو امام زہری نے تفسیر پر مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی لیکن اس فن کے متعلق جو کچھ انھوں نے اپنے شاگردوں سے روایت کیا یا لکھوایا وہ ایک مختصر تفسیر بننے کے لئے کافی ہے۔ تاہم اس موضوع سے متعلق آپ کی دو تصانیف کا حال ہی میں پتہ چلا ہے۔ پرنسٹن کے ایک ہی مخطوطہ میں زہری کی دو کتابیں تنزیل القرآن اور منسوخ القرآن موجود ہیں[۶۱] ان کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زہری تفسیر پر مستقل کوئی کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ مذکورہ بالا کتابوں میں اول الذکر کا موضوع ترتیبِ سورِ قرآن ہے جس میں مصنف نے مکی اور مدنی سورتوں کو ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا ہے۔ دوسری کتاب کا موضوع فن تفسیر کا انتہائی اہم

موضوع ناسخ ومنسوخ آیات ہے۔ یہ کتاب موضوع کے اعتبار سے اپنی نوعیت کی اولین تصنیف کہی جاسکتی ہے۔

مذکورہ صدر حقائق سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام زہری نہ صرف ایک محدث تھے بلکہ ان کا علم، علم القرأت اور علم تفسیر پر بھی محیط تھا۔ لہذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ابن شہاب الزہری عالم حدیث ہونے کے ساتھ ایک مشہور قاری اور ایک مستند مفسر بھی تھے۔

حواشی اور مصادر و مراجع

۱۔ ذہبی تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، بیروت، ص ۱۰۵

۲۔ ایضاً، ذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵، قاہرہ ۱۳۶۸-۷۰ھ ص ۱۴۳، الراہرمزی المحدث الفاضل بین الراوی (مخطوطہ) ص ۳۷ ب۔

۳۔ ہارووٹز "دی ارلیسٹ بائیگرفیز آف دی پرافٹ اینڈ دیئر آتھرس" اسلامک کلچر ج ۲ ۱۹۲۸ء ص ۵۰۔

۴۔ ایضاً۔ ۵۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۱، قاہرہ ص ۷۳

۶۔ ایضاً ص ۷۳، ۶۰

۸۔ الراھرمزی ایضاً، ص ۴۰ الف، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۹، بیروت ۱۹۶۶ء ص ۳۴۳۔

۹۔ ذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵، ص ۱۴۸۔

۱۰۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج ۱، قاہرہ ۱۳۶۷ھ ۱۳۶۹ھ، ص ۴۵۱، ابوالفدا، المختصر فی اخبار البشر، ج ۱، قاہرہ ۱۳۲۵ھ، ص ۲۰۴۔

۱۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق ج ۱۴ قاہرہ ۱۹۵۱ء ص ۲۹۶ الف۔

۱۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۱۱، ابونعیم، حلیۃ الاولیاء ج ۳، قاہرہ ۱۳۵۱-۵۷ھ ص ۳۶۳۔

۱۳۔ ابن عبدالبر، ایضاً، ص ۶۹۔

۱۴۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، ج ۹، ص ۳۴۵، ذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵ ص ۱۵۔

۱۵۔ بخاری، تاریخ الکبیر، حیدرآباد بھارت ۱۳۵۸-۶۲ھ ص ۲۲۰

۱۶۔ ذہبی تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۹۷، ابن الندیم، الفہرست، بیروت ص ۳۹۔

۱۷ ابوداؤد السجستانی، کتاب المصاحف، قاہرہ ۱۳۵۵ھ ص ۵۳-۵۴، ۸۳ تا ۸۸۔
۱۸ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، قاہرہ ۱۳۸۷ھ ص ۲۰۴۔
۱۹ ایضاً ۲۰ قرآن سورہ ۵، آیت ۴۵۔
۲۱ حاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، ج ۲، بیروت، ص ۲۳۲، ۲۲ قرآن سورہ ۶۲، آیت ۹
۲۳ عبدالرزاق الصنعانی، مصنف، ج ۳، بیروت ۱۳۹۰-۹۱ھ ص ۲۰۷ ۲۴ قرآن سورہ ۱۲: آیت ۱۱۰
۲۵ ابن کثیر، تفسیر القرآن عظیم، ج ۴، قاہرہ ۱۳۹۰ھ ص ۳۴۷ تا ۳۴۹۔
۲۶ ابوعمرو الدانی، التیسیر فی القرآت السبع استنبول ۱۹۳۰ء ص ۱۷، ۱۸: القرطبی الجامع الاحکام القرآن، ج ۱ قاہرہ ۱۹۳۶ء ص ۹۳ تا ۹۶۔
۲۷ القرطبی، ایضاً۔ص ۹۳، ۲۸ ابوداؤد السجستانی، ایضاً، ص ۹۲، ۹۳۔
۲۹ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱، قاہرہ ۱۳۲۱ھ ص ۱۰، ۳۰ سیوطی، ایضاً ج ۱ ص ۲۰۴۔
۳۱ القرطبی، ایضاً، ص ۴۲۹، ۳۲۱ ۳۲ زمخشری، الکشاف، ج ۱، قاہرہ ۱۳۵۴ھ ص ۵۶۔
۳۳ ابن خالویہ، مختصر فی شواذ القرآن قاہرہ ۱۹۳۴ء ص ۸۔ ۳۴ ایضاً ص ۲۴۔
۳۵ ایضاً ص ۸۸ ۳۶ ایضاً ص ۱۲۳ ؛ زمخشری، ایضاً، ج ۲ ص ۲۴۳۔
۳۷ ابن خالویہ، ایضاً ص ۱۴۳، ۱۵۳۔ ۳۸ ایضاً ص ۱۳۸۔
۳۹ ابونعیم ایضاً ج ۳، ص ۳۶۱ ؛ ذہبی تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۱۰۹
۴۰ ابن سعد، ایضاً ج ۶، ص ۲۳۸ ؛ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۵۴ ؛ ابن حجر، تہذیب التہذیب ج ۳، حیدرآباد دکن ۱۳۲۵-۱۳۲۷ھ ص ۳۹۶ ج ۴، ص ۲۲۲، ج ۷ ص ۲۱۲۔
۴۱ طبری، ایضاً ج ص ۶۵، ج ۴، ص ۷، ۴۳، ۴۴، ج ۵ ص ۵ وغیرہ
معمر کی یہ تفسیر طبری نے لفظ بہ لفظ تفسیر میں محفوظ کر دی ہے۔
۴۲ قرآن، سورت ۵۹ آیت ۵۹ ۴۳ قرآن سورت ۳۱ آیت ۳۴
۴۴ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ج ۳، قاہرہ ۱۳۹۰ھ ص ۲۶۰۔
۴۵ طبری۔ ایضاً ج ۸ ص ۱۵۱؛ ج ۹، ص ۲۹ وغیرہ ۴۶ ایضاً
۴۷ ایضاً، ج ۲ ص ۲۸، ۱۲۷، ۱۴۰ وغیرہ ۴۸ ایضاً ج ۲، ص ۳۴۳، ج ۵ ص ۶۵

۴۹ الوزرعہ، تاریخ دمشق (مخطوطہ) المجمع العلمی دمشق نمبر ۲۱ ج ۹ ص ۱۹۹/الف

۵۰ طبری، ایضاً، ج ۷، ص ۱۵۱، ج ۱۱، ص ۲۷؛ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۲ ص ۴۰۶، ۴۰۷ - ۴۱۸، ۴۱۹۔

۵۱ طبری، ایضاً، ج ۴، ص ۶۳، ۷۸، ۸۷۔

۵۲ ایضاً، ج ۲، ص ۲۴۹ تا ۲۵۱، ۲۶۳ تا ۲۶۰ وغیرہ۔

۵۳ ایضاً ج ۱۴، ص ۷۵۔

۵۴ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۱۸۰، ۱۸۵، ج ۶ ص ۱۰۸، ۵۱۸، ۵۲۰۔

۵۵ قرآن پاک کی ان آیات کا ترجمہ یہ ہے: تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے اور ایمان والوں میں دوستی کے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ ان میں عبادت گذار عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور ان میں غرور نفس نہیں ہے۔ جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسولؐ پر اترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور وہ بول اٹھتے ہیں کہ "پروردگار، ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے"۔ اور وہ کہتے ہیں "آخر کیوں نہ ہم اللہ پر ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اسے کیوں نہ مان لیں جب کہ ہم اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے"۔ (قرآن، سورہ ۵ آیات ۸۲، ۸۳، ۸۴۔

۵۶ طبری ایضاً۔ ج ۷، ص ۵۔

۵۷ قرآن، سورت ۳، آیت ۹۶۔

۵۸ طبری ایضاً، ج ۷، ص ۷

۵۹ قرآن، سورت ۹، آیت ۶۰

۶۰ طبری، ایضاً ج ۱ ص ۹۶

۶۱ زہری، مخطوطہ پرنسٹن نمبر ۲۲۸